نقد واستدراک

منسوخ آیات کے تعلق سے مزید توضیح

حضرت المدیر المحترم ادام اللہ ظلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے احقر کی طالب علمانہ تحریر "نسخ فی القرآن" "تحقیقات اسلامی" جیسے موقر علمی مجلہ میں شائع فرمائی، بحث کے باقی اجزا بھی انشاء اللہ مجلہ کی آیندہ کی اشاعتوں کے لیے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

مضمون پر مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی مُرتب فتاوی' دارالعلوم دیوبند کا 'استدراک' دیکھا۔ بڑی خوشی ہوئی، خوشی کی اہم وجہ یہ ہے کہ غالباً مفتی صاحب نے مقالہ کے نتائج بحث سے بڑی حد تک اتفاق فرمایا ہے اس کے ساتھ یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آیتِ وصیت اور سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶ ابھی غیر منسوخ ہیں جبکہ احقر نے مقالہ میں ان دونوں آیتوں کو اُن تین آیتوں میں شامل کیا ہے جو احقر کے نزدیک منسوخ ہیں، مفتی صاحب کا استدراک دیکھ کر احقر نے ان دونوں آیتوں پر مزید غور کیا لیکن اس کے باوجود مفتی صاحب کے دلائل پر اطمینان نہیں ہوسکا۔ اگرچہ مجھے اپنی رائے پر اصرار نہیں ہے لیکن تاحال وہ دلائل سامنے نہیں آسکے ہیں جن کی بناپر موجودہ رائے سے دستبرداری اختیار کی جائے۔

آیت وصیت کے سلسلے میں مفتی صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ غیر منسوخ ہے اور مزید توضیح کے لیے مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کا ایک ذاتی تجرباتی واقعہ پیش کیا ہے اس کے باوجود احقر کا خیال وہی ہے جو مقالہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب کا خیال ہمارے نزدیک مندرجہ ذیل وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

(۱) آیت وصیت میں جو وصیت فرض کی گئی تھی وہ مطلق تھی یعنی اس کا اجرا مورث کے لیے اپنے سارے ہی مال میں فرض تھا نہ کہ اس کے کسی خاص حصہ میں، درانحالیکہ جو وصیت باقی ہے اس میں مورث کے اختیارات کو ایک تہائی مال میں محدود کردیا گیا ہے۔

(ب) آیت میں جس وصیت کا ذکر ہے وہ تقسیم وراثت کی ایک مناسب لیکن عارضی تدبیر تھی لیکن اس کی فرضیت میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی اور وہ فرض تھی جبکہ جو وصیت باقی ہے وہ محض جائز ہے اور خصوصی حالات میں بھی اس کی قدر وقیمت استحباب کی حدود سے آگے نہیں بڑھتی۔ مزید توضیح اس طرح ہو سکتی ہے کہ حکم وصیت اور سورۂ نساء میں نازل شدہ مفصل قانون میراث کے درمیانی عرصہ میں اگر کوئی مسلمان قصداً بلا وصیت کیے مرجاتا تو وہ یقیناً گناہ گار ہوتا اس لیے کہ آیت کا حکم فرضیت کا متقاضی ہے، لیکن مفصل قانون میراث کے آجانے کے بعد اگر کوئی شخص آیت وصیت پر عمل کرنا چاہتا تو وہ عملاً قانون میراث کے سلسلے میں 'عدم تسلیم' کا مجرم گردانا جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت وصیت قانون میراث سے منسوخ ہے، شریعت میں وصیت کے وجود سے ہمیں انکار نہیں لیکن جو وصیت باقی ہے اس کی بنیاد سنت نبوی ہے نہ کہ آیت قرآنی۔ مولانا سندھی مرحوم نے اپنی کافرہ والدہ کے لیے وصیت کو اپنے اوپر واجب بتایا تھا' اب کیا مفتی صاحب بتائیں گے کہ اگر مولانا سندھی مرحوم اپنی کافرہ والدہ کے لیے وصیت نہ کرتے تو گناہگار ہوتے؟

حقیقت یہ ہے کہ سورۂ نساء کے تیسرے رکوع میں (جو قانون میراث کی تفصیل پر مشتمل ہے) مورث کے حق وصیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور میراث کی تقسیم نفاذ وصیت کے بعد ہی ہوگی لیکن سنت نے اس حق کو مال کی ایک تہائی مقدار تک محدود کر دیا ہے اور یہ وصیت محض جائز ہے اور کوئی بھی اس کے وجوب کا قائل نہیں ہے لیکن کیا آیت وصیت بھی محض حکم جواز ہی پر مشتمل تھی؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ اس باریک فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶ بھی احقر کے نزدیک منسوخ شدہ ہے تاہم مفتی صاحب کا خیال ہے کہ آیت غیر منسوخ ہے اور اس کا تعلق عمل قوم لوط کی سزا سے ہے، یہ خیال اگرچہ بہت سے علماء اور ارباب تفسیر نے، جیسا کہ مفتی صاحب کے استدراک میں بھی اس طرف اشارات موجود ہیں، ظاہر کیا ہے لیکن ہمارے خیال میں اس کے پیچھے کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا مدنی معاشرہ میں اس غیر فطری عمل کا کچھ زیادہ ہی رواج چل نکلا تھا جس کے سدباب کے لیے قرآنی

آیت نازل ہوئی، کیا آیت کے نزول کے پس منظر میں اس طرح کا ایک واقعہ بھی زیر بحث تھا؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر کیا قرآن مجید خواہ مخواہ ایک ایسے جرم کی سزا بیان کرنے لگا تھا جس کا وہاں شیوع تو کیا وقوع تک نہ تھا۔" شاذ و نادر اگر یہ کبھی پیش بھی آ گیا ہو تو قرآن، نوادرات کے متعلق کبھی کوئی حکم نہیں دیتا، ایسی چیزیں تو اجتہاد کے لیے چھوڑ دی گئی ہیں، تاہم اگر یہ آیت مذکورہ جرم کی سزا پر مشتمل ہے تو سوال یہ ہے کہ فقہائے صحابہؓ میں سے کس نے یہ مسلک اختیار کیا ہے؟ اگر کسی نے بھی آیت زیر بحث کو اس مسئلہ سے متعلق نہیں مانا تو پھر بعد کے لوگوں کو یہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ وہ ایک آیت کے مفہوم کو اُلٹ کر رکھ دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے بھی یہ مسلک نہیں اپنایا ہے حتیٰ کہ امام مالکؒ کا مسلک بھی عمل قوم لوط کے مرتکب کی سزا کے سلسلے میں یہ نہیں ہے جو اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے (حالانکہ مفتی صاحب نے امام مالکؒ کے تعلق سے اپنے خط میں کچھ ایسا ہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے، لیکن آخر ایسا کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ آیت زیر بحث اس مسئلہ سے متعلق ہے ہی نہیں جس سے متعلق اسے بنایا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں جو سورۂ نساء کے تیسرے رکوع کے ابتدا ہی میں دلیل ہیں۔ دراصل زنا کی سزا کے سلسلے میں دو مختلف صورت حال سے بحث کرتی تھیں، اس وقت تک چونکہ اسلام کے لیے ایک اسٹیٹ (جس کے بغیر کسی بھی نظام کا نفاذ عملاً ممکن نہیں ہے) میسر نہ آ سکا تھا اس لیے ظاہر ہے کہ مکمل طور پر قانون جنایات کا نفاذ سخت مشکل تو تھا ہی عملاً غیر مؤثر بھی ہوتا، لیکن زنا جیسے خطرناک جرموں کی روک تھام بھی ضروری تھی، اس نقطۂ نظر سے زنا کے مرتکبین کے لیے عارضی تعزیرات ان دونوں آیتوں کے ذریعہ تجویز کر دی گئیں، آیت نمبر ۱۵ زنا کی اس صورت حال سے بحث کرتی ہے جب زنا کے دونوں ارکان میں سے رُکنِ غالب یعنی مرد کا تعلق غیر مسلم معاشرہ سے ہو، ظاہر ہے کہ ہم اسلامی حکومت کا سہارا لیے بغیر اس زانی کو نہیں پکڑ سکتے تھے اور حکومت اس وقت تک حاصل نہ تھی، لہٰذا اسی پر اکتفا کیا گیا کہ مسلم معاشرہ سے تعلق رکھنے والی زانیہ عورتوں پر جرم ثابت ہو جانے کے بعد انھیں خانہ قید کر دیا جائے تا آنکہ اللہ کا کوئی واضح حکم آ کر فیصلہ کرے، جبکہ آیت نمبر ۱۶ اس صورت حال سے بحث کرتی تھی

جبکہ، زنا کے دونوں رکن مسلم معاشرے سے ہی متعلق ہوں، انھیں چونکہ مسلم معاشرہ میں بود و باش رکھنے کی بناپر اصلاح حال کے زیادہ مواقع میسر تھے تو ان کے لیے خانہ قید کر دینے کے بجائے ایذا، کی تعزیر رکھی گئی، یعنی ان کو اس وقت تک دھمکایا اور ذلیل کیا جائے جب تک ان کی اصلاح حال کا یقین نہ ہو جائے اگر وہ اس تادیب کا مثبت اثر قبول کر کے اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگزر کیا جائے۔

ان دونوں آیتوں کا سیدھا مطلب یہ ہے لیکن کچھ لوگوں نے آیت میں واقع مذکر کی ضمیر (واللذان) کے زور پر یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ آیت دراصل عمل قوم لوط کی سزا سے متعلق ہے، حالانکہ اکثر زبانوں کی طرح عربی میں بھی یہ دستور ہے کہ اگر دو مذکر و مؤنث افراد ایک ساتھ ذکر کیا جائے تو ضمیر مذکر ہی استعمال کی جائے گی۔

اس کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آیت والّٰتی یاتین الفاحشۃ میں ظاہر ہے کہ 'فاحشہ' سے مراد یقینی طور پر زنا ہے اور اگرچہ فاحشہ کے معنی عمل قوم لوط کے بھی یقیناً ہوتے ہیں لیکن اگلی آیت میں 'فاحشہ' کا لفظ ذکر نہ کر کے اس کے لیے ضمیر لانا اس بات کا ایک واضح قرینہ پیدا کرتا ہے کہ اس آیت میں "فاحشہ" سے مراد بعینہ وہی ہے جو پہلی آیت میں ہے اور ظاہر ہے کہ وہاں فاحشہ بمعنی زنا ہیں نہ کہ عمل قوم لوط۔ والسلام

(مولانا) ابراہیم عادل

اسلام میں خدمت خلق کا تصور

مولانا سید جلال الدین عمری

خدمت خلق کا صحیح تصور — غلط تصورات کی تردید — خدمت خلق کا اجر و ثواب — خدمت کے مستحق — وقتی خدمات — رفاہی خدمات — خدمت کے لیے انفرادی و اجتماعی جدوجہد — موجودہ دور کے تقاضے۔ مصنف کے جاندار قلم نے ان تمام گوشوں کو نکھار دیا ہے۔

ایک اہم موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب، ہر فرد اور ہر ادارہ کے لیے یکساں مفید۔
آفسٹ کی حسین طباعت، خوبصورت سرورق، ضخامت ۱۷۶ صفحات، قیمت صرف ۲۵ روپئے

ملنے کے پتے: ادارۂ تحقیق پان والی کوٹھی۔ دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱
مرکزی مکتبہ اسلامی، بازار چتلی قبر دہلی ۱۱۰۰۰۶